OPEN ACCESS

AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 60-85

سورۃ فاتحہ اور تعلیمات سلوک و تصوف

(پاکستانی اردو تفاسیر کی روشنی میں ایک خصوصی مطالعہ)

Surah Faitha and The Teachings of Salook-o-Tasawwuf

Dr. Hafiz Muhammad Akram Al-Azhari

Assistant Professor , Department of Arabic, Islamia University, Bahawalpur

Nazir Ahmad Kashif

Ph.D Scholar, Islamia University, Bahawalpur

Abstract

Surah Al-Fatiha is the opening chapter of the Holy Quran and it, among other aspects serves as the index and abstracting of the great message of this Holy Book to the mankind. Tasawwuf, as a methodological treatment of mind and soul finds a special place in the overall message of this Surah. This fact has been pointed out in a number of Quranic Tafseers especially in those available in Pakistan. These findings have covered almost all the aspects which can be termed as ingredients of Tasawwuf. These ingredients, among others, include tazkiya e nafs, taleem e kitab o hikmah, tawakkul al-Allah, taqwa, ijz, razi ba raza e Ilahi, etc. In this research paper, an effort has been made to find and present the above-mentioned ingredients in detail this great Surah. The study has been entailed in the light of authentic Urdu Tafseers available in Pakistan.

Keywords: Surah Al-Fatiha, Tasawwuf, Ingredients, Tazkiya e nafs, Tawakkul, Urdu Tafseers, Pakistan

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ کائنات میں کوئی مخلوق اس سے بالاتر نہیں تو اس شرف کو قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس ایک عظیم منبع رشد و ہدایت عطا فرمایا جس کو قرآن مجید کہتے ہیں اگر اس کائنات میں غور کریں تو کل مخلوقات دو اقسام پر ہیں ایک قسم مخلوق کی جو صرف اپنے جسم کو طاقت پہنچانے کے لیے غذا استعمال کرتی ہے جس سے ان کے اجسام پروان

چڑھتے ہیں مگر ان کی روح کی تسکین کا کوئی تصور نہیں دوسری جانب وہ مخلوق جو جسم کی نشو و نما اور مضبوطی کے لیے غذا استعمال کرتی ہے مگر وہ غذا جسم کی تندو مندی کے ساتھ ساتھ اس کو روحانی تسکین بھی مہیا کرتی ہے وہ مخلوق انسان ہے۔ جس غذا کو قرآن مجید میں غذا طیب اور خبیث سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جس طرح قرآن مجید نے اصول تجارت و معیشت دیئے ہیں تو سلوک و تصوف اور تصفیہ باطن کے اصول بھی دیئے ہیں اسلام انسان کو اس کی محنت پر بھی دو طرح کے اجر کی خبر دیتا ہے اچھے اعمال کے بدلے جنت اور تسکین روح کے انعام کی خوشخبری ہے اور برے اعمال پر جہنم اور اضطراب نفس کی سزا سناتا ہے جہاں قرآن مجید میں اچھے اعمال کا حکم دیتا ہے وہیں برے اعمال سے بچنے کی تلقین بھی کرتا ہے۔

قرآن مجید کی زبان عربی ہے اس لیے ہر فرد اس سے کماحقہ افادیت حاصل نہیں کر سکتا اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے علمائے کرام نے قرآن مجید کے مضامین کو مختلف زبانوں میں منتقل کیا دیگر مضامین کے ساتھ ساتھ تصوف اور تزکیہ باطن کو بھی علمائے کرام نے ایک باقاعدہ علم کی صورت میں منظم کیا اور اس پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں اس کی مبادیات اور اساسی اصول قرآن مجید سے ہی لیے گئے ہیں جس نے امت مسلمہ کی روح کی آبیاری کی خدمت انجام دے کر ان کو اطمینان قلب کی دولت سے مستفیض و مستنیر کیا۔

یہ تحقیق اس لیے کی جا رہی ہے کہ سورہ فاتحہ جو پورے قرآن مجید کی اصل ہے اسی وجہ سے اس سورہ مقدسہ کو ام القرآن کہتے ہیں اس سے تعلیمات و تصوف کو تلاش کیا جائے۔

سلوک و تصوف کی ضرورت و اہمیت

سلوک و تصوف اور تصفیہ و تزکیہ باطن یہ ایسے فن کا نام ہے جو ہر زمانے میں مسلم امہ میں اس قدر قابل عمل رہا ہے جس طرح انسان کے لیے جسمانی نشو و نما کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور غذا بھی ایسی جو متوازن ہو جو جسم کو زیادہ انرجی فراہم کرے اور جس طرح انسان کے جسم میں دل کا مقام ہے یہی مقام سلوک و تصوف کا رہا ہے اور اب بھی ہے۔

اس تحقیق میں سورہ فاتحہ سے متعلقہ تمام تصفیہ باطن سے متعلق آراء زیر بحث لائی جائیں گی اور ان کو سورہ فاتحہ کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔ اور قاری کی توجہ اس جانب مبذول کروانے کی سعی کی جائے گی کہ وہ سورہ فاتحہ کے مضامین سے حقیقی استفادہ کر سکے اور اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ سلوک و تصوف کے اصولوں کو سورہ فاتحہ اور قرآن و حدیث سے واضح کیا

جائے تاکہ تصوف و سلوک کے طالب کے لیے فائدہ مند ہو اور جس کی روح زخمی ہے اس کے لیے مرہم کا کام دے۔

اللہ تعالی نے انسان کو جسم اور روح سے مرکب کیا ہے انسانی جسم کو اللہ تعالی نے مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی عالم محسوسات اور عالم اجسام سے ہے انسان کے باطن کو اللہ تعالی نے اپنے نور سے روشن کیا ہے جس کو

"فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُواْ لَهُ سَاجِدِينَ"(1)

پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لا چکوں اور اس پیکرِ (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔

میں نے انسان کے اندر اپنے نور کا چراغ روشن کیا۔ اب تعمیر میں انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ انسانی جسم کا ظاہر یہ مٹی سے بنا ہے اور باطن اللہ تعالیٰ کے نور سے بنا ہے۔ انسان کا ظاہر بیمار ہو تو اس کے علاج کیلئے جڑی بوٹیاں بنائیں اگر ظاہر کمزور ہو تو اس کے لیے غذائیں بنائیں۔ اسی طرح اگر انسان کا باطن بیمار ہو تو اس کے علاج کے لیے بھی اعمال عطا فرمائے۔ انسان کا تعلق چونکہ اس مادی دنیا سے زیادہ ہے اور انسان اس سفلی دنیا کے زیادہ قریب ہے تو اس پر اس کے اثرات بھی شدید ہیں اور اس دنیا میں خواہشات نفسانی کی کثرت کی وجہ سے انسان کی روح برے اعمال اور بری صحبتوں کی وجہ سے بعض اوقات آلودہ ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو شدید زخمی ہو جاتی ہے۔

اب انسان کا جس طرح سے ظاہر زخمی ہو تو انسان ادویات کا استعمال کرتا ہے اگر زخم گہرا نہ ہو تو عمومی میڈیسن سے انسان جلد بہتری محسوس کرنے لگتا ہے۔ مگر اگر زخم گہرا ہو تو مرہم پٹی کے ساتھ ساتھ میڈیسن جو نسبتاً زیادہ موثر ہوتی ہے استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان کی روح پژمردہ اور پارہ پارہ ہوتی ہے اور اس پر برائی کے اثرات ہوتے ہیں تو وہ انسان سے توجہ بھی مانگتی ہے اور اپنا مناسب علاج بھی مگر جس طرح انسان اگر صحت مند ہو تو وہ اگر اپنے جسم اور خوراک کی مناسب نگہداشت کرے وہ دوسرے ان افراد کی بنسبت زیادہ صحت مند ہو گا جو اپنی صحت کا خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح انسان اگر اپنی روح کو پژمردگی اور شکستگی سے نکالنا چاہتا

ہے تو اسلام ہمیں روح کی ترقی کے طریقے اور اصول فراہم کرتا ہے جن کو سلوک و تصوف کا نام دیا جاتا ہے۔

سلوک کا لغوی معنی

لفظ سلوک یہ سلک یسلک سے نکلا ہے جس کا لغوی معنی ہے راستہ کی اتباع کرتے ہوئے چلنا اسی لفظ سے السلکیٰ جس کا معنی ہے تیر کی سیدھی ضرب امر ھم سلکی یعنی اس کا معاملہ ایک طریقہ پر ہے۔ (2)

سلوک باب نصر ینصر سے ہے جس کا خاصہ ہے مغالبہ۔ (3)

لغوی معنی کے اعتبار سے سلوک ایک پہلے سے موجود راستہ کی اتباع کرتے ہوئے چلنے کو کہتے ہیں۔ جب اسی سے لفظ السلکیٰ بنا ہے تو اس کا معنی ہے اپنے ٹارگٹ پر اپنے نیزہ سے صحیح صحیح نشانہ لگانا اور صاحب منجد نے اسکا تیسرا معنی جو بیان کیا ہے۔ وہ ہے امر ھم السلکیٰ یعنی ان کا معاملہ ایک طریقہ پر ہے۔

لغوی معانی پر غور کرنے سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ سالک ایسے شخص کو کہتے ہیں جو سچائی اور شریعت و سنت کے راستہ کا متلاشی ہوتا ہے جو نئی راہیں پیدا نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو سنت اور شریعت کے تابع بنا کر چلتا ہے اور وہ ایسی راہوں کی جانب چلتا ہے جو اسے شریعت اور سنت کا پابند بنائیں اور وہ انہیں راستوں کا تابع ہوتا ہے۔

مفہوم

سلوک چونکہ باب نصر ینصر سے ہے اور اسکا خاصہ مغالبہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کے دل پر مختلف قسم کے احوال پیش آتے ہیں جس میں اچھے، برے، کم اچھے زیادہ اچھے ہر قسم کے خیالات آتے ہیں جب اچھے خیالات کی جانب کوشش کرتا ہے اور برے تخیلات سے پہلو تہی کی کوشش کرتا ہے ایسی حالت کو سلوک کہتے ہیں اور اس شخص کو سالک کہتے ہیں جو حقیقت کا متلاشی ہوتا ہے۔

سلوک

ایسے اُصول ضوابط کے جاننے کا نام ہے جو انسان کو واصل باللہ کرتے ہیں اور ایک سالک ان پر عمل کر کے مقام تصوف کی جانب گامزن ہوتا ہے۔

سالک کی شرائط

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ابتدائی طور پر ایک سالک کے لیے مندرجہ ذیل تین علوم کے اندر عبور حاصل کرنے کی شرط قرار دیتے ہیں۔

- علم التوحید
- علم السر
- علم الشریعت[4]

توحید کی تعریف

توحید عقیدہ ہے مگر یہ اس وقت تک ایمان نہیں بن سکتا جب تک اس کا حصول واسطہ رسالت سے نہ ہو اسی لیے اگر کوئی اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہے تو وہ مومن نہیں البتہ جو زبان رسالت یا پیغام رسالت سے اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہے وہی مومن ہے۔

توحید انسانی ایمان کا جزو لازم ہے اس کے بغیر ایمان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جہاں قرآن مجید میں توحید پر مختلف انداز میں دلائل دئے گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ بھی اپنے ارشادات میں ان آیات کی مختلف انداز میں وضاحت فرماتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللہَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ"[5]

اور بیشک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ (لوگو) تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (یعنی شیطان اور بتوں کی اطاعت و پرستش) سے اجتناب کرو۔

طاغوت کیا چیز ہے؟ جس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی بھی عبادت اور اطاعت کی جائے وہ طاغوت ہے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کے ساتھ طاغوت کی عبادت اور اطاعت سے انکار کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے حدیث مبارکہ میں بھی فرمایا:

عن ابی مالک عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ من قال لا الہ إلا اللہ و کفر بما یعبد من دون اللہ حرم مالہ و دمہ

جس نے کہا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا اس نے انکار کیا تو اس کا مال اور جان محفوظ ہو گیا۔[6]

اور یہ درس توحید صرف اس امت کے لیے فرض نہیں ہے بلکہ اس سے قبل امتوں کے لیے بھی یہ ایک اجتماعی عقیدہ ہے جس پر عمل کرنے پر انسان کے ایمان کا بنیادی حصہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر موحد ہو کر ایمان لانے سے انسان کی عبادت میں قبولیت آتی ہے اور اس کا تذکرہ کرنے سے انسان کو اجر عظیم ملتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن تمیم الداری عن رسول اللہ ﷺ انہ قال من قال اشھد ان لا الہ اللہ وحدہ لا شریک لہ الھا واحدا صمدا لم یتخدھا صاحبۃ ولاولدا ولم یکن لہ کفوا احد عشر مرات کتب اللہ لہ اربعین الف الف سنۃ[7]

حضرت تمیم دارمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے یہ کلمات پڑھے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ واحد بے نیاز نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کا بیٹا وہ کافی ہے اکیلا کارساز یہ کلمات جس نے دس بار پڑھے اللہ تعالیٰ اسے اکتالیس ہزار نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

علم السرّ

ایک سالک کے لیے سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کامل ہے کہ واحد ذات ہی میری کارساز ہے اور وہ میرا پروردگار ہے۔ جب انسان اپنی تمام ہمتوں، تمام اعمال اور اپنے تمام معاملات اور حسن اعمال کو اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی کرم نوازی تسلیم کر لیتا ہے تو دوسرا مرحلہ انسان کے لیے اپنے مالک کریم کی رضا کے حصول کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی نعمتیں بغیر مانگے عطا فرما دیں اور انسان کو اس کا ادراک بھی ہو گیا اب انسانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اعمال کو حرص اور لالچ سے پاک کریں اور اپنے اعمال میں للھیت لے آئیں کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ (8)

ہر گز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیہ مقدسہ میں چیز کی عمدگی سے زیادہ انسان کی نیت کی عمدگی پر زور دیا گیا ہے کہ اگر تم نے چیز تو عمدہ خریدلی مگر اس میں مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں تو یہ سب کا سب ضائع ہے اور بسا اوقات یہ انسان کے لیے باعث عذاب بن جاتا ہے۔

حقیقت میں یہ آیہ مقدسہ مشرکین کے اس عقیدہ کا رد جس میں وہ یہ ضروری جانتے تھے کہ اگر جانوروں کے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرو تو ان جانوروں کے خون سے کعبہ کی دیواروں کو رنگین کرو۔

علامہ مودودی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

زمانہ جہالت میں جس طرح اہل عرب بتوں کی قربانی کا گوشت بتوں پر لے جا کر چڑھاتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کا گوشت کعبہ کے سامنے لا کر رکھتے تھے اور خون کعبہ کی دیواروں پر لتھیڑتے تھے ان کے نزدیک یہ قربانی اس لیے پیش کی جاتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا خون اور گوشت پیش کیا جائے تو اس غلط سوچ اور فلسفہ کا یہاں قلع قمع کیا گیا ہے کہ اصل چیز جو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچتی ہے وہ جانور کا خون اور گوشت نہیں بلکہ تمہارا تقوی ہے اگر تم شکر نعمت کے جذبہ کی بنا پر خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرو گے تو اس جذبے اور نیت اور خلوص کا نذرانہ اس کے حضور پہنچ جائے گا ورنہ خون اور گوشت یہیں دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ (9)

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ بسا اوقات انسان عمل اچھا کر رہا ہوتا ہے مگر اچھی نیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ عمل اس کو فائدہ نہیں دے رہا ہوتا۔

علم الشریعہ

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم الشریعت کو اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے فرائض اور واجبات کو ادا کرنا ممکن ہو طہارت اور نماز روزہ کے مسائل جہاں تک حج زکوٰۃ اور جہاد کا تعلق ہے اگر تو ان امور کا مکلف ہے پھر ان مسائل کی معرفت بھی ضروری ہے تاکہ کماحقہ ان کی ادائیگی بھی ممکن ہو سکے اگر یہ فرض نہیں تو ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔[10]

راہ سلوک کے مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ احکام شریعہ کا تابع ہو کر چلے اور ایسے سارے علوم جو احکامات دین سیکھنے کے لیے ضروری ہیں ان کو اسقدر ضرور جان لے کہ کم از کم اسے فرائض واجبات حلال وحرام کا علم آجائے۔

کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

ستۃ ید خلون النار بستتہ العرب با لعصبیۃ و لامراء بالجور الدھاقین با لکبر و التجار بالخیانۃ و اھل الرساتیق باالجھل و العلماء باحسد

ترجمہ: چھ قسم کے آدمی چھ وجہ سے جہنم میں جائیں گے عرب عصبیت کی وجہ سے امراء ظلم و ستم کی وجہ سے نمبر دار چوہدری تکبر کی وجہ سے تاجر خیانت کی وجہ سے دیہاتی جہالت کی وجہ سے علماء حسد کی وجہ سے۔[11]

اس حدیث نبوی ﷺ میں عوام الناس کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم سیکھیں اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

انسان جس مقام پر بھی فائز ہو وہ ایک خاص سسٹم کا تابع ہے اور اسے اپنی زندگی میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہے وہ اگر عرب ہے تو عرب ہونے میں فضیلت نہیں اگر وہ صاحب دولت و ثروت ہے تو اسے اپنی دولت کے بل بوتے پر کسی پر ظلم کی اجازت نہیں اگر اسے اللہ تعالیٰ نے کسی عہدہ اور منصب پر فائز کیا ہے تو اس کا کام انسانیت کی خدمت ہے نہ کہ وہ دوسروں پر زیادتیاں کرنے لگے اور اپنے عہدہ سے اپنی شخصیت کو دوسروں سے برتر سمجھنے لگے اگر تاجر ہے تو اپنے معاملات میں بھلائی اور نیک نیتی رکھے اسلام نے ہر ایک شخص اور معاشرہ کے ہر طبقہ کے فرد کے لیے تعلیمات چھوڑی ہیں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی ایسے علاقہ میں ہے کہ اسے علمی ضروریات میسر نہیں ہیں تو اس کی یہ مجبوری اسے سزا سے نہیں بچائے گی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جاہل دیہاتی کو چاہیے کہ وہ خرمن علم کا متلاشی رہے اور اپنی مجبوریوں کو کبھی

اپنے علم کے راستہ میں رکاوٹ نہ بننے دے ان تمام رکاوٹوں کا بھرپور مقابلہ کرے جو اسے علم کے راستہ میں آ رہی ہیں۔

تصوف

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے دس سال مجاہدہ کے لیے خلوت گزینی اختیار کی اس خلوت کے دوران مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا جس کا احاطہ اور اندازہ ممکن نہیں مگر امور نافعہ جن کا تذکرہ یہاں ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ صوفیائے کرام ہی معرفت کی راہ گامزن ہیں ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے ان کا طریقہ سب سے طریقوں سے درست ان کا خلق سب کے اخلاق سے پاکیزہ ہے بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل حکماء کی حکمت علماء کا علم اور اس کے سارے اسرار جمع کر لیے جائیں تب بھی ان کی سیرت اور اخلاق سے بہتر نہیں ہو سکتے ان کے تمام علوم ظاہری ااور باطنی حرکات سکنات براہ راست سینہ مصطفی سے فیض یاب اور مستنیر ہوتے ہیں اور اس کائنات میں نور نبوت سے بڑھ کر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔(12)

اب ہم اس عظیم علم یعنی تصوف کے معانی مفہوم اور شرائط پر باقاعدہ بحث شروع کرتے ہیں اور اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

تصوف کا مفہوم

لفظ صوفی کے مادہ اشتقاق کے بارہ میں مختلف افراد کی مختلف آراء ہیں۔

ابوریحان بیرونی جو کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ صوفی کو یونانی لفظ مانتے ہیں کہ اس کا مادہ سوف ہے سوف کا معنی حکمت ہے اسی لیے حکیم اور دانشور کو فیلسوف کہتے ہیں۔ فیلا کا معنی محب اور سوف کا معنی حکمت یعنی دانش اور حکمت سے محبت کرنے والا تو اسی سوف کو عربی میں ڈھالا گیا تو صوف ہو گیا اور اسی سے صوفی ہو گیا۔

مگر البیرونی کی اس رائے کو علماء نے لائق اعتبار قرار نہیں دیا کیونکہ یونانی کتب کا ترجمہ تیسری صدی کے نصف کے قریب شروع ہوا اور صوفی کا لقب اس سے پہلے مستعمل تھا سب سے پہلے صوفی ابو الہاشم کوفی تھے اور ان کی وفات 150 ھجری میں ہوئی یعنی البیرونی کی یہ توجیہ بعد کی ہے اور صوفی کا لفظ پہلے سے مستعمل تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفی یہ صفا سے ہے کیونکہ یہ لوگ

ظاہر اور باطن دونوں کی صفائی کا اہتمام کرتے ہیں اس وجہ سے ان کو صوفی کہتے ہیں۔ لیکن صرف کے قواعد اس کی بھی اجازت نہیں دیتے کیونکہ اس صورت میں اسے صوفی کی بجائے صفوی ہونا چاہیے۔ بعض لوگوں نے اسے صف سے مانا ہے کیونکہ جہاد اصغر ہو یا جہاد اکبر یہ لوگ ہمیشہ صف اوّل میں ہوتے ہیں مگر قواعد اشتقاق اس کی بھی اجازت نہیں دیتے کیونکہ اس اعتبار سے اس لفظ کے صفی ہونا چاہیے نہ کہ صوفی۔

اور بعض لوگوں نے اسے صُفہ سے ماخوذ مانا ہے کہ اصحاب صفہ کی نسبت سے اسے صوفی کہتے ہیں اگر اسے صفہ سے ماخوذ مانیں تو پھر بھی اس کو صفوی ہی ہونا چاہیے۔

بعض محققین اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ صوف کا لباس پہنتے تھے اس سے صوفی کا لفظ بنا ہے یہ نسبت اور توجیہ اگرچہ ٹھیک تو ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر صوفی صوف کا لباس پہنے بہت سے صوفی ایسے ہیں جو صوف کا لباس نہیں پہنتے۔ (13)

یہاں پر جتنے بھی صاحبان علم و فن نے اس پر دلائل دیئے ہیں کوئی نہ کوئی ااعتراض اس پر وارد ہوا ہے جس سے قاری کی تشفی نہیں ہوئی۔

ان تمام آراء کو امام ابو القاسم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں درج کرنے کے بعد نتیجہ نکالا ہے۔

> لا یشھد ھذا لاسم اشتقاق من جھۃ العربیۃ و القیاس و الظاھرو انہ لقب(14)

صوفی کے لفظ کا ماخذ اشتقاق عربیت کے لحاظ سے اور قواعد و صرف کے لحاظ سے معلوم نہیں ہو تا سیدھی صاف بات یہ ہے کہ یہ اس فن کا لقب ہے۔ علامہ ابن خلدون نے بھی امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے کو پسند کیا ہے۔

تصوف کی تعریف

تصوف کی تعریف میں علمائے کرام نے بہت عظیم علمی خزانہ چھوڑا ہے کہ اگر اسکا خلاصہ بھی لکھا جائے تو اس کے لیے ایک پورا دفتر درکار ہے۔ اھل تصوف اور اھل قلم نے جو تعریفات کی ہیں ان میں سے تین تعریفات لے کر انہیں کی روشنی میں تصوف کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ان میں دو تعریفات قدیم دانشوروں کی اور ایک تعریف جدید مفکر کی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابو محمد مرعشی رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ میرے شیخ سے تصوف کا مفہوم بتانے کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ یہی سوال حضرت جنید بغدادی سے بھی ہوا تھا آپ نے جواب دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ذات کے لحاظ سے مار دے اور اپنی ذات کے لحاظ سے زندگی دے تو اسے تصوف کہیں گے۔ (15)

حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں جسے طلب تھکا نہ سکے اور سلب بے قرار نہ کرے وہ صوفی ہے اور صوفیہ ان لوگوں کا طائفہ ہے جنہوں نے ہر شے پر اللہ ہی کو غالب جانا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز پر غلبہ دیا۔ (16)

ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو اس صدی کے عظیم محقق و مجدد ہیں وہ بیان فرماتے ہیں کہ تصوف اس طرز زندگی کا نام ہے جس میں تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے ذریعے معرفت ربانی کی تحصیل ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں وہ طریق شریعت جس کے ذریعے تزکیہ نفس اور صفائے باطن کے آداب واحوال معلوم ہوں اور معرفت الٰہی کا نور میسر آئے تصوف کہلاتا ہے۔ (17)

ان تمام تعریفوں کے بظاہر الفاظ الگ ہیں اور ان کی مراد اور منشاء ایک ہے وہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ اپنے من سے اپنی خواہشات ختم کر دینا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو غالب کر دینا اور اسے حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایسی حالت ہو کہ طلب اور سلب دونوں برابر ہو یعنی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیال کرے اور کبھی بھی شکوہ زبان پر نہ لائے جو مالک عطا کرے۔ اگر طلب پر نہ ملے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی پر چھوڑ دے۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری اسے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن سے تعبیر کرتے ہیں جس سے معرفت ربانی حاصل ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ سے معرفت الٰہی کا نور میسر آتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ صوفی اور تصوف کی ایک ہزار سے زائد تعریفیں کی گئی ہیں مگر سب کا منشاء مقصود اور مطلوب ایک ہی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور معرفت حاصل ہو جائے۔ (18)

دراصل تصوف ایک ایسا جامع ہمہ گیر تصورِ حیات ہے جو اپنے مقاصد کے اعتبار سے معراج حیات ہے یہ فلسفہ جب کسی ذات میں عملاً متحقق ہو جائے تو اسے عروج و کمال سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اگر روح تصوف کا فہم حاصل ہو جائے اور اس کی حقیقی تعلیم سے آگاہی حاصل ہو جائے تو اہل بصیرت کو سمجھنے میں یہ چنداں مشکل نہیں رہتی کہ فلسفہ تصوف اصلاً کچھ بنیادی مقاصد کا مجموعہ

ہے جن میں سے تین کا تعلق اعمال سے ہے اور تین کا تعلق احوال سے ہے۔ تین مقاصد عملی مشقت اور جدوجہد کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ دوسرے تین مقاصد کیفیات قلبی اور باطنی سرور پر مبنی ہیں۔

اگر ان کی تفصیل میں جائیں تو مقاصد تصوف کی تعداد ہزاروں سے بھی تجاوز کر جائیگی مگر یہ سارے کے سارے مقامات احوال و تعلیمات ان چھ مقاصد کے ضمن میں آجاتی ہیں۔ان چھ مقاصد کو مرحلہ وار ان مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔[19]

مرحلہ اولیٰ

- تزکیہ نفس
- صفائے قلب
- اطاعت حق

مرحلہ ثانیہ

- محبت الٰہی
- رضائے الٰہی
- معرفت الٰہی

گویا اگر یہ چھ مقاصد متحقق ہو جائیں تو تصوف کی راہ میں سالک کی پوری جدوجہد اپنی تکمیل اور کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی مقصد اور تعلیم و فلسفہ نہ تو حرکت و عمل اور انقلاب کے منافی ہے۔اور نہ ہی جمود و تعطل کی تعلیم پر مبنی ہے کوئی مقصد بھی ایسا نہیں جس میں جنگلوں یا غاروں میں زندگی برباد کر دینے کا تصور ہو یا رسم و رواج اور بے جان خانقاہی نظام سے چمٹ جانے کی تعلیم ہو تصوف کی جدوجہد کا نقطہ آغاز تزکیہ نفس ہے۔

تعارف سورۃ فاتحہ

یہ مختصر لیکن حقائق اور معانی سے لبریز دل نشین اور دل آویز سورت جس سے اس مقدس آسمانی کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ جس نے تاریخ انسانی کا رخ موڑ دیا جس نے فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیا جس نے قلب و روح کو نئی زندگی بخش دی اس پاک سورۃ کو گوناں گوں برکات کو کیونکر قلمبند کیا جا سکتا ہے۔[20]

اس سورۃ مقدسہ کو فاتحہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ فاتحہ سے مراد ہے جس سے کسی مضمون یا کتاب یا کسی شئ کا افتتاح ہو یا سورۃ بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے پہلی سورت ہے جو نبی کریم ﷺ پر مکمل نازل ہوئی۔ حقیقت میں یہ سورت ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو سکھائی ہے اور قرآن مجید کے آغاز میں اس کو رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم واقعی اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلے خداوند عالم سے یہ دعا کرو انسان فطرتاً اسی چیز کی دعا کرتا ہے جس کی طلب اور خواہش اس کے دل میں ہوتی ہے۔ اور اسی صورت میں کرتا ہے جبکہ اسے یہ احساس ہو کہ اس کی مطلوبہ چیز اس ہستی کے اختیار میں ہے جس سے وہ دعا کر رہا ہے۔ پس قرآن کی ابتداء میں اس سورۃ کی تعلیم دے کر انسان کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اس کتاب کو راہ راست کی جستجو کے لیے پڑھے اور یہ جان لے کہ علم کا سرچشمہ خداوند عالم ہے اس لیے اسی سے راہنمائی کی درخواست کر کے پڑھنے کا آغاز کرے۔[21]

اور ہمیشہ سے اصول یہ ہے کہ کسی بھی تحریر کو شروع کرنے سے قبل اس تحریر کا اجمالی تعارف دیا جاتا ہے جو اس پوری تحریر کی نمائندگی کرتا ہے جو مابعد آرہی ہوتی ہے اور ان تمام موضوعات جو بعد میں آرہے ہوتے ہیں اس کو آغاز میں اجمالاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

> قال انزل الله تعالىٰ مائة واربعة كتب من السماء فاودع علوم مائة فى الا ربعة و هى التوراة والا نجيل والزبور القرآن ثم اودع علوم هذه الاربعة فى الفرقان ثم اودع علوم الفرقان فى المفصل ثم اودع علوم المفصل فى الفاتحة كمن علم تفسير الفاتحة كان علم تفسير جميع كتاب الله المنزلة[22]
>
> اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں اور ان سو کتب کے علوم ان چار کتابوں میں جمع فرما دیے یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں پھر ان چاروں کے علوم قرآن مجید میں جمع فرما دیا اور پھر قرآن مجید کے علوم کو مفصل سورتوں میں جمع فرما دیئے اور پھر مفصل سورتوں کے علوم سورۃ فاتحہ میں جمع فرما دیئے تو جس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سیکھ لی گویا اس نے سارہ قرآن مجید کی تفسیر سیکھ لی۔

سورۃ فاتحہ کے مسائل و مواجب

- ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔
- امام کے پیچھے قرات کے حوالہ سے اس میں امام شافعی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ البتہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُواْ لَهُ وَأَنصِتُواْ(23)

اور مزید نبی کریم ﷺ کی اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہیں:

عن جابر بن عبدالله يقول من صلى ركعة لم يقرأ بالقرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام ،هذا حديث صحيح (24)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں مگر جب امام کے پیچھے ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔

شان نزول

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب مکہ میں عرش کے نیچے والے خزانہ سے نازل کی گئی۔ (25)

اسلام جو کہ انسان کو تہذیب سکھاتا ہے اس کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے کام کی ابتدا اپنے خدا کے نام سے کرے اس قاعدے کی پابندی اگر شعور اور خلوص سے کی جائے تو اس سے لازما تین فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ انسان بہت سے برے کاموں سے بچ جائے گا کیونکہ خدا کا نام لینا اسے ہر کام شروع کرتے وقت یہ سوچنے پر مجبور کر دے گا کہ واقعی یہ کام کرنے میں میں اس پر خدا کا نام لینے میں حق بجانب ہوں یا نہیں دوسرا یہ کہ جائز اور صحیح اور نیک کاموں کی ابتدا کرتے ہوئے خدا کا نام لینے سے انسان کی ذہنیت بالکل صحیح سمت اختیار کر لے گی اور وہ ہمیشہ صحیح ترین نقطہ سے اپنی حرکت کا آغاز کرے گا تیسرا جو سب سے بڑا فائدہ ہے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کے نام سے اپنے کام کا آغاز کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق اس کے شامل حال ہو جائے

گی اس کی سعی میں برکت ڈالی جائے گی اور اسے شیطان کی فساد انگیزیوں سے بچایا جائے گا خدا کا یہ طریقہ ہے کہ جب بندہ اس کی جانب توجہ کرتا ہے تو وہ بھی بندے کی جانب توجہ فرماتا ہے۔ (26)

اس لیے قرآن مجید کے آغاز میں سورۃ فاتحہ کو رکھا گیا کہ انسان ہر کام شروع کرنے سے قبل اپنے رب کی تحمید کرے اور اس کے نام سے برکت حاصل کرے۔

سورۃ فاتحہ کے نام

سورۃ فاتحہ تعداد اسماء کی بنیاد پر منفرد ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس کے بہت سے نام آئے ہیں اور یہ بھی ایک طے شدہ امر ہے کہ اسماء کی کثرت مسمی کے شرف و کمال اوصاف اور خصائص کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات حسن و کمال بے شمار تھیں اس لیے اس کے اسماء بھی حیطہ شمار سے ماوراہیں نبی کریم ﷺ کے اوصاف لاتعداد تھے اس لیے ان کے اسماء بھی احصاء و تعداد سے ماوراء ہیں۔ خود قرآن مجید کے متعدد اسماء اس کی برکتوں اور فضیلتوں پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا جو چیز جس قدر ہمہ پہلو جامع اور ہمہ گیر ہو گی اس کی مختلف شاخوں کو اجاگر کرنے کے لیے اسی قدر نام معرض وجود میں آئیں گے اسی طرح ظاہر میں کسی چیز کا متعدد اسماء ہونا باطن میں اس کے متعدد اوصاف ہونے کی دلیل قرار پاجائے گا مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو سورہ فاتحہ کا شرف و کمال اور قدر و منزلت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے یہ ایک سورۃ ہے جس کے نام رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے ہر نام اس کی مختلف حیثیات کی نشاندہی کرتا ہے اب اس سورہ مقدسہ کے مختلف نام اور ان کی حکمت و فلسفہ کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ (27)

مختلف تفاسیر میں سورۃ فاتحہ کے متعدد نام ذکر کیئے گئے ہیں جن کی تعداد بیس سے زائد ہے۔

وهذه السورة الكريمة اسما اوصلها الى نيف و عشرين (28)

امام شہاب الدین آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے بیس سے زائد نام ہیں۔

اگر سورت فاتحہ کے معانی و مطالب اور آیات پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سورت واقعی تمام قرآنی تعلیمات کی جامع ہے۔ قرآن مجید کی جملہ تعلیمات تین قسم پر مشتمل ہیں۔

- علوم العقائد
- علوم الاحکام
- علوم التذکیر

پہلی قسم انسانوں کے معتقدات اور خیالات و نظریات کی اصلاح کے لیے ہے۔ دوسری قسم انسانی اعمال و احوال اور اطوار کو سنوارنے کے لیے ہے۔ اور تیسری قسم باری تعالیٰ کے انعامات و اکرام، عذاب و عقاب کے تذکروں سے قلب و باطن میں خشیت اور رقت پیدا کرنے کے لیے الغرض قرآن مجید کا الحمد سے والناس تک مطالعہ کرنے سے بالواسطہ یا بلا واسطہ یہی تین قسم کی بنیادی تعلیمات منصفہ شہود پر آتی ہیں۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل

مسلم شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ فرشتے نے آسمانوں سے نازل ہو کر بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو ایسے نور عطا فرمائے ہیں جو آپ ﷺ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے وہ ایک سورۃ فاتحہ ہے اور دوسری سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں۔[29]

یہ سورت مکمل رحمت کی سورت ہے۔ اس لیے کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قہر و جبر اور دوزخ کے عذاب کا بالکل ذکر نہیں جو جہنم وغیرہ کے اول میں آتے ہیں چنانچہ اس سورت میں سات الفاظ نہیں ہیں۔ ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف کیونکہ ث ثبور کا پہلا حرف ہے جس کا معنی ہے ہلاکت، جیم جہنم کا پہلا لفظ ہے جس کا معنی ہے دوزخ، خ خزی کا پہلا لفظ ہے جس کا معنی ہے رسوائی ، ز زفیر اور زقوم کا پہلا لفظ ہے زفیر دوزخیوں کی آواز اور زقوم جہنمیوں کا کھانا ہے، ش شہیق کا پہلا لفظ ہے جس کا معنی ہے جہنیوں کی آواز اور ظ ظلم کا پہلا لفظ ہے۔[30]

جس وقت یہ سورت اتری اس وقت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے تھے۔[31]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا دوران نماز نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا میں حاضر نہ ہوا تو رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے آنے میں دیر کیوں کی میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں پڑھا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَجِيبُواْ لِلّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ[32]

اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں کسی کام کے لئے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان (شانِ قربتِ خاصہ کے ساتھ) حائل ہوتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔[33]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر فوراحاضر ہو جاؤ پھر فرمایا سنو میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا جب ہم نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا آپ نے فرمایا تھا میں تم کو قرآن مجید کی عظیم سورت کی تعلیم دوں گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الحمد لله رب العالمين[34]

یہ سبع مثانی ہے۔ یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور بندے کے درمیان نماز کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا گیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے جب بندہ کہتا ہے۔

الحمد لله رب العالمين[35]

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے اور جب انسان کہتا ہے

الرحمن الرحيم

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی اور جب بندہ کہتا ہے

مالک یوم الدین

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعظیم کی ہے اور ایک بار فرماتا ہے میرے بندے نے خود کو میرے سپرد کیا ہے اور جب وہ کہتا ہے

ایاک نعبد و ایاک نستعین

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب وہ کہتا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم۔صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور وہ چیز بھی جس کا وہ سوال کرے۔(36)

سورت فاتحہ اور فرائض نبوت کی تکمیل

قرآن مجید میں چار مقامات پر چہار گانہ فرائض کا تذکرہ موجود ہے:

يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ(37)

جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیہ مقدسہ کی روشنی میں فرائض نبوت کی تکمیل کے ضمن میں چار تربیتی ضابطوں کا پتہ چلتا ہے۔

- تلاوت قرآن مجید
- تزکیہ نفوس
- تعلیم کتاب
- تعلیم حکمت یا تلاوت آیات

قرآن مجید کی تلاوت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین کامل ہو جائے یہ حقیقت بھی ہے کہ جب کوئی آدمی جو قرآن مجید کے معانی و مطالب اور مفاہیم کو سمجھتا ہے اور عربی زبان سے کلیتا واقف ہے جب وہ قرآن مجید کی آیات کی تلاوت سنتا ہے تو اس کامل گواہی دیتا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے خیال سے گھر سے نکلے تھے تو ان کے ایک رشتہ دار نے پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے تو کہنے لگے محمد ﷺ کو قتل کرنے کا معاذ اللہ ارادہ ہے تو اس شخص نے کہا اپنے قبیلے کو بنو ہاشم کے

ساتھ جنگ میں الجھانے سے قبل اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن فاطمہ اور اس کا شوہر بھی مسلمان ہو چکے ہیں پہلے اپنے گھر کی خبر لو بعد میں دنیا کی اصلاح کرنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حیران ہوئے اور سیدھا گھر پہنچے اندر سے انہوں نے آواز سنی جیسے اندر سے کوئی گا رہا ہے یا خوش الحانی سے کچھ پڑھ رہا ہے انہوں نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا گھر سے ایک شخص باہر نکلا اور یہ اندر پہنچے یہاں اپنی بہن اور بہنوئی کو خوب پیٹا بالآخر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جو چیز پڑھ رہی تھی وہ انہیں بھی سنائیں انہوں نے کہا تم غسل کر کے آو تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ غسل کر کے آئے تو انہوں نے وہ آیات انہیں دکھائیں یہ قرآن مجید کی چند سورتیں تھیں ان کو سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس قدر متاثر ہوئے کہ مسلمان ہو گئے۔(38)

اس واقعہ سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کی آیات اپنے اندر بے پناہ تاثیر رکھتی ہیں جو انسان کے باطن سے میل کچیل صاف کر دیتی ہیں اور انسان کو ایمان اور ایقان کی دولت نصیب کرتی ہیں۔

تزکیہ نفس

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا باطن ہر قسم کی محبت و رغبت اور دنیوی لالچ سے پاک ہو جائے صرف اور صرف اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق فروغ پائے۔ تزکیہ کا عمل ایسا ہے جس سے انسان کا قلیل عمل بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کثیر ہو جاتا ہے مگر اس میں جس کا ہونا اسقدر ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسی کے کاموں میں لگا رہنا ہے اور محبت اور ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور نبی کریم ﷺ مختلف انداز میں لوگوں کا تزکیہ فرماتے تھے اپنی نگاہ سے اس انداز میں تزکیہ فرماتے کہ اس سے ہر عیب کی محبت نکال دیتے تاکہ انسانی نفس میں تمام محبت اس خالق کائنات کی ہو اس کے علاوہ کسی کی محبت نہ ہو تاکہ جب انسان ہر قسم کی میل کچیل سے پاک ہو کر محبت الٰہی کے انوار سے منور ہو کر تزکیہ نفس میں انسان کلی توجہ اپنے خالق و مالک کی رضا کی جانب ہوتی ہے۔(39)

تعلیم کتاب

تعلیم کتاب کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو اپنی اور کائنات کی حقیقت کا علم ہو جائے وہ یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ وہ کون ہے حقیقت میں انسان میں عجز و انکساری کا عنصر ایسا عنصر ہے جو

انسان کو بلندی عطا کرتا ہے یہ جس قدر زیادہ ہو گا اسی قدر یہ اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں حضوری پائے گا اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مختلف انداز میں پختہ کرنے کی آیات نازل فرمائی ہیں کہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اجزائے ترکیبی ہوا، پانی، مٹی اور آگ کا ذکر کیا ہے تو کہیں اس کی حقیقت کو ایک ناپاک پانی کا قطرہ قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ-خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ-يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ(40)

پس انسان کو غور (وتحقیق) کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ قوت سے اچھلنے والے پانی (یعنی قوی اور متحرک مادۂ تولید) میں سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے درمیان (پیڑو کے حلقہ میں) سے گزر کر باہر نکلتا ہے۔

اس آیہ مقدسہ میں انسان کی توجہ اپنی ذات کی جانب مبذول کروائی گئی ہے کہ ذرا غور کرے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے یہ کون ہے جو باپ کے جسم سے خارج ہونے والے جرثوموں میں سے ایک جرثومہ ہے اور ماں کے سینے سے نکلنے والی بکثرت بیضوں میں سے ایک بیضہ کا انتخاب کرے دونوں کو جوڑتا ہے اور اس سے ایک خاص انسان کا استقرار حمل واضح ہو جاتا ہے پھر کیسے ماں کے پیٹ میں روح کا درجہ بدرجہ پرورش پاتا ہے پھر ایک نئے زندہ بچے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے جو رحم مادر میں ہی اس کی جسمانی ساخت اور ذہنی صلاحیتوں کی نشوونما کرتا ہے پھر کون ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک مسلسل اس کی نگہبانی کرتا ہے۔(41)

یہ بیان کرنے کے بعد ان عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر بھی کیا جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عطا کی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ(42)

بیشک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔

اگر انسان کو بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوری اور معنوی حسن و کمال میں کوئی چیز انسان کی ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتی گراں قیمت حیوان زور آور جانور درندے پرندے ہوائی اور آبی مخلوقات سب کی سب انسان کے سامنے سرافگندہ ہیں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ گرانڈیل ہاتھی سے جیسے چاہتا ہے کام لیتا ہے چھ سات سال کا

بچہ اونٹوں کی پوری قطار کو جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے شوخ برق رفتار گھوڑے پر جب انسان سوار ہو جاتا ہے تو وہ اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ قوانین فطرت کو وہ اپنی مرضی سے مسخر کر کے ان سے اپنی چاکری لے رہا ہے عقل و فکر و نظر و قیاس کی جو بے نظیر قوتیں جو اسے بخشی گئی ہیں کائنات کی کوئی چیز اس کے برابری نہیں کر سکتی اس کے علم و عرفان کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ آسمانی فرشتے بھی اسے سجدہ کرتے ہیں اس کی قامت راست اعضائی ساخت بے مثال ہے، ہر چیز اپنی خوراک کے لیے سرزمین کی جانب جھکائی ہے مگر مالک نے انسان کا جھکنا گوارا نہیں کیا اس کا کھانا اٹھ کر منہ کی جانب تابع اس کے کسی پہلو کو بھی دیدہ حق میں سے دیکھا جائے بے ساختہ تبارک اللہ احسن الخالقین کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔[43]

الغرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو آیات قرآنی کی تعلیم کا حکم دے کر انسان کو خود اس کی اوقات بھی یاد دلاتا ہے تاکہ انسان غرور نہ کرے اور انسان کو اس کی عظمت بھی یاد دلاتا ہے تاکہ انسان خود کو کل مخلوقات سے اعلیٰ بھی محسوس کرے۔

تعلیم حکمت

تعلیم حکمت کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو یہ شعور عطا کیا جائے کہ زندگی میں کونسا طرز عمل ایسا ہے جس سے اسکا مقصود حقیقی میسر آئے گا جن کے حصول کی تعلیم اسلام کا ماحصل ہے حقیقت میں حکمت ہی وہ عظیم علم ہے جس سے انسان کو معرفت الٰہی بھی نصیب ہوتی ہے اور انسان کو اس بات کا شعور بھی حاصل ہوتا ہے کہ اس کائنات میں کوئی عظیم ہستی ہے جس نے اس کائنات کو ہمارے رہنے کے قابل بنایا ہے اور قرآن مجید نے بے شمار مقامات پر ہر انسان کو اس کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی ہے حقیقت میں اس کائنات کی وہ نعمتیں جس کو ہم خاطر میں نہیں لاتے اور کبھی بھی ان پر غور نہیں کرتے ان کو ہم روٹین میں استعمال کرتے ہیں ان کی قدر و قیمت کی جانب غور نہیں کرتے اگر ہم تھوڑا سا اس کائنات میں غور کریں تو جو ہم سانس لیتے ہیں اس میں ہم کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں اور آکسیجن عمل تنفس میں اپنے پھیپھڑوں کو مہیا کرتے ہیں کبھی ہم نے غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آکسیجن کی بغیر کسی منفعت کے اس کائنات میں کس قدر فراوانی کی ہے کہ درختوں کو اس عمل پہ مامور کر دیا ہے کہ انسانوں کو آلودہ ہوا جو وہ اپنے وجود سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کی صورت میں خارج کرتے ہیں ان کو اپنی غذا بنالو اور انسان کو جو اپنی ضرورت کے لیے آکسیجن استعمال کرتے ہیں اسے خارج کرو اگر انسان کو اللہ تعالیٰ فرما دیتا کہ اے انسان تو نے آکسیجن

خود پیدا کرنی ہے یا تو نے اسے قیمتاً خریدنا ہے تو انسان یقیناً اپنے تعیشات جو بھول کر سب سے زیادہ اپنی زندگی کے سانس کی بحالی میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیتا یا اب تعلیم حکمت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرے اور پھر اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ اس کائنات کا کوئی خالق و مالک ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ ترتیب کے ذریعے انسانیت کو انہیں چار بنیادی حقائق سے آگاہ کیا اور ان کے صحیح شعور کے ذریعے اسے عالمگیر انقلاب سے آشنا کیا ان چاروں فرائض نبوت کا اجمالی تذکرہ سورہ فاتحہ میں درج ہے۔[44]

سورہ فاتحہ اور تعلیمات توکل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے انسان کو میری ہی عبادت کرنا چاہیے اور مجھ سے ہی مدد مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ[45]

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طاقت کا اقرار کرنا ہے کہ اگر اس کائنات میں کوئی ذات حقیقی طاقت اور عزت کا منبع ہے تو وہ خالق کائنات کی ذات ہے اس تعین کے بعد انسان اپنے رب پر بھروسہ کرے اور حقیقت کے مطابق اس کی رضا کے لیے قدم اٹھائے تو کامیابی اس کا یقینی مقدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد انسان کے شامل حال ہوتی ہے۔ توکل ہی انسان کو مایوسیوں سے نکالتا ہے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

عجز و انکساری

نافع السالکین میں خواجہ سلیمان تونسوی ایک سالک کے لیے یہ بھی لازمی قرار دیتے ہیں کہ وہ اپنی عبادت میں ریاکاری اور تکبر سے بچے یہ دو ایسی بیماریاں ہیں جو انسان کی نیکیوں اور اعمال صالحہ کو اس طرح جلا دیتے ہیں جس طرح خشک لکڑی کو آگ جلا دیتی ہے۔ عجز و انکساری میں انسان اپنی محنتوں کی نفی کرتا ہے اور اس کی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق پر انسان کی نظر ہوتی ہے اس کی نظر ہمیشہ اس نظر پر مرکوز ہوتی ہے کہ میرا یہ عمل میرے رب کو قبول بھی ہے یا نہیں۔

سورہ فاتحہ اور عاجزی کا تصور

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ(46)

انسان سردیوں کی ٹھنڈی راتوں میں جب محو استراحت ہوتا ہے موسم کی شدت اور بارش ہوتی ہو اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو اور انسان ایسی حالت میں اپنے گرم بستر ہ کو چھوڑ تا ہے ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر میں مسجد چلا جاتا ہے دو رکعات نماز کی نیت کر لیتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور سورہ فاتحہ پڑھتے پڑھتے اھدنا الصراط المستقیم پر آجاتا ہے۔اے اللہ !ہمیں سیدھی راہ دکھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک انسان کے سخت موسم میں اپنی گرم نیند چھوڑی اور ٹھنڈے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اور اپنے گھر سے چل کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں آگیا تو کہا کہ یہ سیدھی راہ نہیں ہے حقیقت میں یہی سیدھی راہ ہے جو انسان کو اس کے خالق تک لے کر آگئی ہے اگر کوئی کسی کے گھر جاتا ہے تو شناسائی اور تعلق کی بنیاد پر جاتا ہے بے گانہ کسی کے گھر جاتا ہے اور نہ ہی بیگانوں کو کوئی اپنے گھر بلاتا ہے یہ گیا تو ٹھیک راستہ پر ہے اور حقیقت میں انسان اپنی ہمتوں اور کوششوں کی نفی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی توفیق پر یقین کر رہاہے کہ یہ ایسا عمل ہے جو انسان سے تکبر اور ریاکاری کی بیماری کو ختم کر دیتا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کی اعلیٰ سوچ عطا کرتا ہے جو انسان میں عجز و انکساری پیدا کرتی ہے۔اس طرح سالک کے لیے ان پانچ علوم میں تبحر حاصل کرنا ضروری ہے۔

1. علم التوحید
2. علم السر
3. علم الشریعہ
4. توکل
5. عجز و انکساری

یہ تمام علوم اور فنون ایک سالک تصوف کی جانب گامزن کرتے ہیں۔

صفائے قلب اور سورہ فاتحہ

اگر ہم سورہ فاتحہ کی پہلی آیہ مقدس کی تلاوت کریں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ(47)

حمد یہ تعریف کی کامل ترین صورت ہے جو ذات محمود ہے وہ لائق حمد ہے تمام کمال کی جامع ذات ہے جب انسان اس کائنات میں اور اس کی نعمتوں میں غور کرتا ہے تو یہ اپنے خالق کے

ہونے کی خبر دیتی ہیں اور جب انسان کو براہ راست فائدہ دیتی ہیں تو اس قدر لاتعداد ہیں کہ ان کو شمار میں لانا یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے تو انسان اپنے دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہے حقیقت میں وہی ذات لائق حمد ہے جس نے کل مخلوق کے لیے جہان کو بنایا ہے اور اس سارے جہاں کو انسان کا خادم بنا کر انسان کو کائنات کا مخدوم بنایا ہے یہاں ایک جو چیز بہت اہم ہے وہ حامد یعنی تعریف کرنے والے کی کیفیت اور حالت کیسی ہو جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہا ہے تو اس کے لیے انسان میں عجز وانکسای، تخشع اور تواضع ہو اس کی عاجزی کی مثال ہمیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے ملتی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے حضرت عبداللہ بن زبیر سے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد مجھے رسول اکرم ﷺ اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ جنت البقیع بقیہ امہات المومنین کے ساتھ دفن کرنا میں نہیں چاہتی کہ ان عظیم ہستیوں کے ساتھ دفن ہونے کے بعد خصوصی میری بھی تعظیم کی جائے یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نہایت درجہ انکساری صفائے قلب میں جو سب سے زیادہ اہمیت کی چیز ہے وہ انسان میں حسد، ریاکاری اور تکبر کا خاتمہ ہے اور اس کی عاجزی اور انکساری کا حصول ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جس کی آپ تعریف کر رہے ہیں اس کا ادب بھی دل میں ہونا ضروری ہے اسی ادب کی کیفیت کو صفائے قلب کہتے ہیں جو تصوف میں عمل کی جان ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ الحجر 29:15

2۔ لوئیس، معلوف، مترجم بلیاوی، عبدالحفیظ، المنجد، مکتبہ، قدوسیہ اردو بازار لاہور، 2009، ص388

3۔ الحصیری، سعد مشتاق، آسان خاصیات ابواب، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

4۔ غزالی، محمد بن محمد، معراج الزاہدین، ترجمہ منہاج العابدین، مکتبہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور، مترجم سن اشاعت جولائی 2004، ص48

5۔ النحل 36:16

6۔ مسلم، مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ) الجامع الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب الا مر القبال الناس حتی یقول لا الہ اللہ، ص1/37

[7] ۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، (المتوفی279ھ) جامع ترمذی، ص66

[8] ۔ الحج37:22

[9] ۔ ابو اعلیٰ، مودودی، تفہیم القرآن،، سورۃ الحج، ص229

[10] ۔ غزالی، محمد بن محمد، منہاج العابدین، ص نمبر49

[11] ۔ غزالی، محمد بن محمد، منہاج العابدین، ص نمبر 163

[12] ۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری شیخ الاسلام، حقیقت تصوف، ص 1/20

[13] ۔ ہجویری، علی بن عثمان، داتا گنج بخش، کشف المحجوب، سن اشاعت جون2010، ص8 تا10

[14] ۔ ہجویری، علی بن عثمان، داتا گنج بخش، کشف المحجوب، ص10

[15] ۔ قشیری، ابو القاسم، عبد الکریم بن ھوازن، رسالہ قشیریہ ترجمہ شاہ محمد چشتی، ص334، مطبع ادارہ پیغام القرآن اردو بازار لاہور، سن اشاعت 2007

ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک آپ پیدا 972ہجری کو ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف منشور عبدیت اور رسالہ قشیریہ ہے۔ آپ شافعی المسلک ہیں۔ آپ کی وفات 1072ہجری کو ہے۔

عبد الکریم(31-07-17) 12:11Am

قشیری/https://ur.wikipedia.org/wiki/

[16] ۔ سراج، شیخ ابو النصر، کتاب اللمع، تصوف فاؤنڈیشن لاہور، سن اشاعت2000، ص57

[17] ۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری شیخ الاسلام، حقیقت تصوف، سن آشاعت2004، ص1/138

[18] ۔ ایضاً

[19] ۔ ایضاً

[20] ۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ص1/20

[21] ۔ مودودی، ابو اعلیٰ، تفہیم القرآن، ص42

[22] ۔ محمد بن عمر، (المتوفی606ھ) تفسیر کبیر ومفاتیح الغیب، ص1/184

آپ فخر الدین رازی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا تعلق ایران کے مشہور شہر سے تھا۔ آپ شافعی المسلک تھے۔ لیکن متعصب نہ تھے۔ حاسدین نے آپ کو زہر دے دیا۔ آپ1209 عیسوی کو انتقال کر گئے۔

[23] ۔ الاعراف204:7

[24] ۔ ترمذی، الجامع، ابوعیسیٰ محمد بن عیسی بن سورہ، ص180

[25] ۔ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر، تفسیر در منثور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، نومبر 2000، ص27/1

[26] ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ص43

[27] ۔ شیخ الاسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، تفسیر منہاج القرآن، ص205/1

[28] ۔ آلوسی، محمود بن عبداللہ، تفسیر روح المعانی، داراحیاء التراث العربی بیروت، 34/1

[29] ۔ مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح لمسلم، 271/1

[30] ۔ رازی، محمد بن عمر، تفسیر رازی، 84/1

[31] ۔ نعیمی، احمد یار خاں، تفسیر نعیمی، 41/1

[32] ۔ الانفال 24:8

[33] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، ص125

[34] ۔ الفاتحہ 1:1

[35] ۔ الفاتحہ 1:1

[36] ۔ غلام رسول سعیدی، تفسیر تبیان القرآن، 138/1
غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، 169/1

[37] ۔ آل عمران 164:3

[38] ۔ ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ص17

[39] ۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری شیخ الاسلام، تفسیر منہاج القرآن، 394/1

[40] ۔ الطارق 5:86، 6، 7

[41] ۔ مودودی، ابواعلیٰ، تفہیم القرآن، تفسیر الطارق 304-303

[42] ۔ التین 4:95

[43] ۔ الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، تفسیر سورۃ التین، 606/5

[44] ۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری شیخ الاسلام، تفسیر منہاج القرآن، 395/1

[45] ۔ الفاتحۃ 4:1

[46] ۔ الفاتحۃ 5:1

[47] ۔ الفاتحۃ 1:1